سیکولرازم اور مسلم معاشرے میں اس کا ارتقاء- تحقیقی مطالعہ

Secularism and its Evolution in Muslim Society: A Research Study

Muhammad Tahir Jaan
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Govt. Postgraduate College, Gojra, Pakistan

Abstract

The concept of Secularism came to the Muslim world after Renaissance. Historically, the initial thoughts on the subject are found in the teachings of Greek Philosophers like Epicurus and Zeno. It was at first a discussion regarding the separation of religion and the state, the scientific advancements and the regime system in Modern Europe. Religion was considered as an obstacle by the West in their progress on the basis of reason and inquiry. Adaptation of secular approach helped the western countries to flourish in material fields. In Islamic world, secularism was not seen as a threat for religion before the twentieth century. Under colonization of many Muslim countries and particularly after the demise of Ottoman Empire which paved way to abolish Caliphate, the Muslim states adopted various western secular laws. Moreover, the Muslim countries went under heavy debts taken from European countries. They relied on foreign advisors and western education system for progress. The concept regarding the authority of Caliph changed. During the twentieth century, Muslim countries suffered politically and their geographical frontiers were changed. It created a kind of revolution in Muslim states. Revival of religious authority in modern political Muslim states is visible in central eastern countries during the last fifty years.

Key Words: *Secularism, Religion, State, Education, Authority, Revolution.*

تعارف:

اہل مغرب دور حاضر کی مادی ترقی کا نقطہ آغاز تیرہویں صدی عیسوی میں اٹلی سے جنم لینے والی تحریکِ احیائے علوم کا مرہون منت سمجھتے ہیں۔اس تحریک کاآغاز مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی صلیبی جنگوں سے ہوا۔اس سے قبل یورپ کاقریب ایک ہزار سال(500-1500CE) پر محیط عرصہ Dark Ages کہلاتا ہے۔ یہ دور یورپ میں چرچ کی بلا شرکت غیرے حکمرانی کادور تھا جہاں سائنسی ترقی کا سفر نہ ہونے کے برابر تھا۔رومی (مسیحی) تہذیب میں مادی علوم کو نہ پا کر یورپ قدیم یونانی علماء و فلاسفہ کے کام کی طرف متوجہ ہوا۔لاطینی و یونانی زبانوں کی تحصیل کا سفر شروع ہوا۔ یہاں قدم قدم پر کلیسیاء متلاشیانِ علم کے رستے میں مزاحم ہوا۔اس کی بنیادی وجہ عیسائی مذہبی علوم کا علمی وسائنسی اکتشافات میں تفاوت تھا۔کلیسیائی مسیحیت اور عقل دانش وآگہی کے مابین کشمکش کئی صدیوں جاری رہی جس میں انجام کار سائنس و حرفت کو فتح ہوئی اور کلیسیاء کی جمودی فکر شکست پاگئی چونکہ کلیسیاء مذہب و خدا کا نمائندہ تصور کیاجاتا تھا۔لہٰذا بدقسمتی سے اسے مسیحیت کی بجائے کلی پسپائی قرار دیا گیا۔مغرب نے من حیث المجموع مذہب کاانکار نہیں کیا لیکن اس کشمکش کاایک ردِعمل انکار خدااور انکار مذہب کی کمیونسٹ اور سوشلسٹ تحریکوں کے جنم کی صورت میں نکلا۔ہزاروں سالہ پختہ مذہبی روایت کے نتیجہ میں خداکا کلیتاً انکار ہر ذی شعور کے لیے قریب قریب ناممکن تھا۔چنانچہ یورپ نے مادی ترقی کی راہ میں حائل مذہب کا یہ حل نکالا کہ مذہب کو فرد کاذاتی معاملہ قرار دے کر اس کا معاشرتی، سیاسی اور معاشی کردار ختم کردیا گیا اور تھیالوجی سے زیادہ مذہب کے ثقافتی اظہار پر ارتکاز کیا گیا۔ اس جدید فکر کو سیکولرازم کا نام دیا گیا۔اس کا بنیادی مقصد مذہب کو ریاست کے دائرہ کار سے الگ کرنا تھایورپ میں یہ تجربہ خاصاکامیاب رہا۔جہاں مادی ترقی کی راہ میں کلیسیاء حائل تھا۔

سیکولرازم کالغوی واصطلاحی مفہوم:

Oxford dictionary میں لفظ سیکولر کے درج ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں:

"Not connected with spiritual or religious matters"[1]

"جوروحانی ومذہبی معاملات سے جڑانا ہو"

اس ضمن میں سیکولر عمارات (Secular Buildings) کی اصطلاح استعمال کی جاتی رہی جو غیر مذہبی، عمومی، غیر کلیسیائی، دنیاوی، مادی، ناپاک مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہو اس کے مقابل مقدس، مذہبی وغیرہ کے الفاظ آتے ہیں۔ جیساکہ مندرجہ ذیل تصریح ہے:

"(Of priests) living among ordinary people rather than in a religious community"[2]

[1] www.oxforddictionaries.com/definition/english/secular, (accessed 5 May, 2018)

[2] ibid

"مسیحی کلیسیاء کی اصطلاح میں "جو کسی مذہب کا پابند نہ ہو، یا اس کی پیروی نہ کرتا ہو۔ جو کسی بھی راہبانہ طریق زندگی پر نہ چلتا ہو۔"

سیکولر کا لفظ لاطینی Seculum (سیکولم) کی جدید انگریزی شکل ہے۔ قدیم فرانسیسی زبان میں یہ لفظ Seculer کے ہجوں کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ سیکولم کا مطلب ہے: "دنیا، نسل، عمر، عہد"[1]

سیکولرازم سرکاری اداروں اور ریاستی نمائندوں کو مذہبی اداروں اور مذہبی شخصیات سے جدا کرنے کا نام ہے۔ سیکولرازم کا ایک مظہر یہ ہے کہ یہ مذہبی حکومت یا مذہبی تعلیمات سے آزاد رہنے کے حق پر زور دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک ریاست میں غیر متعصبانہ مذہبی ذاتی و شخص نظریات رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ سیکولرازم کا ایک اظہار یہ نقطہ نظر بھی ہے کہ اجتماعی فکر اور فیصلوں میں خصوصاً سیاسی معاملات میں مذہبی عقائد و نظریات کو دخل نہیں۔ جارج ہولیوک اس بارے لکھتا ہے:

"Secularism is a code of duties related to the world, which is set on purely humanitarian considerations, especially those who consider religion unprofessional, inappropriate, untrustworthy or untrustworthy. The basic principle is three: Improving material resources in the life of this world, Science is the available "power" to man, Good is good, though not good in another world, good is good for the present life and finding good is also a good practice"[2]

سیکولرازم اس دنیا سے متعلق فرائض کا ایک کوڈ ہے جس کو خالصتاً انسانی تحفظات پر ترتیب دیا گیا ہے اس میں خاص طور پر وہ لوگ ہوتے ہیں جو مذہب کو غیر معین یا ناکافی، نامناسب، نا قابل اعتماد یا نا قابل یقین خیال کرتے ہیں۔ اس کے بنیادی اصول تین ہیں: اس دنیا کی زندگی میں مادی ذرائع سے بہتری لانا، سائنس انسان کو میسر قدرت ہے، اچھائی کرنا اچھا ہے، اگرچہ کسی دوسرے جہان میں اچھا ہو یا نہ ہو، موجودہ زندگی کے لیے اچھا کرنا اچھا ہے اور اس اچھائی کی تلاش بھی اچھا عمل ہے۔"

ہولیوک اس نقطہ نظر کا حامل رہا کہ سیکولرازم یا سیکولر اخلاقیات کو مذہبی سوالات سے کچھ سروکار نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ انہیں غیر متعلقہ خیال کرتا ہے۔ اِسی بنیاد پر اس کو مکمل آزادی رائے اور الحادیت سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ اِس معاملے میں اِس نے چارلس بریڈ لاف (Charles Brad Laugh) سے اختلاف کیا اور اس اختلاف نے سیکولر تحاریک کو دو نظریاتی دھڑوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک وہ جن کے نزدیک مذہب مخالف تحریک چلانا غیر ضروری تھا اور دوسرے وہ جن کے ہاں یہ لازمی تھا۔

سیکولرازم کے تصور کو فلسفہ، عمرانیات اور سیاسیات ہر تین حوالہ سے الگ الگ دیکھا جائے تو کچھ وضاحت سامنے آتی ہے۔

---

[1] https://www.lexico.com/en/definition/secular, (accessed 25 August 2018)

[2] Holyoake, George J., *English Secularism,* (Chicago: The Open Court Publishing Company, 1896), p: 25

فلسفہ کی رو سے سیکولرازم آفاقی مابعد از طبیعات کا منکر ہے اور وجود و مشاہدہ پر اس کی تمام تر توجہ ہے۔اِس حوالہ سے ہاروی کو کس (Harvey Cox) لکھتا ہے:

"Religious and religiously oriented human freedoms and all other attention from the other world to the present life."[1]

"مذہبی و مابعداز طبیعاتی گرفت سے انسان کی آزادی اور دوسری دنیا سے اس کی تمام تر توجہ موجودہ زندگی کی طرف مبذول کروانا۔"

عمرانیاتی اعتبار سے، سیکولرازم کو جدیدیت سے ملایا جاتا ہے۔ایک ایسے مسلسل عمل کے طور پر جو معاشرتی اداروں، روزمرہ کی زندگی اور انسانی تعلیمات میں مذہبی اثر کو لگاتار کم کرتا جارہا ہے یہ دعوی کی حد تک سیکولرازم کی معروف ترین تشریح ہے۔پیٹر برجر نے The Sacred Canopy میں لکھا ہے:

"Secularism is a process by which sections of society and culture are getting out of the grip of religious symbols and institutions".[2]

"سیکولرازم ایک عمل ہے جس سے معاشرے اور کلچر کے حصے مذہبی علامات واداروں کی گرفت سے نکل رہے ہیں۔"

سیاسی اعتبار سے سیکولرازم کی رو سے اجتماعی اور نجی دائرہ عمل کی علیحدگی ضروری ہے، زیادہ واضح لفظوں میں ایسی تفریق جو ریاستی اداروں اور مذہبی قوتوں کے درمیان تبدیل ہوتی ہو۔یہ سہ پہلوی تقسیم اُس اندازِ تفہیم سے مشابہ ہے جسے کئی ایک معروف اسکالرز نے پیش کیا ہے۔Nikki Keddie کے مطابق درج ذیل تین رجحانات سے سیکولرازم کا دور حاضر میں سمجھنا ممکن ہے:

"Increase the number of followers of secular beliefs and rituals, Gradual reduction of religious effect in most areas of life, Increase state and religion distinctions, and the import of secular traditions into religious institutions and customs".[3]

"سیکولر عقائد اور رسومات کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ، زندگی کے زیادہ تر شعبوں میں مذہبی اثر کی بتدریج کمی ریاست اور مذہب تفریق میں اضافہ، اور مذہبی اداروں اور رسوم میں سیکولر روایات کی درآمد"۔

سیکولر معاشرہ کی وضاحت:

مطالعہ مذہب میں جدید جمہوریت کو عام طور پر سیکولر تصور کیا جاتا ہے۔یہ قریب قریب مکمل مذہبی آزادی کی وجہ سے

---

[1]Harvey Cox, *Secular City: Secularization and Urbanization in theological perspective*, (New York: MacMillan, 1966), p: 17

[2] Peter Berger, *The Sacred Canopy: Elements of a Sociological Theory of Religion*, (New York: Anchor Books, 1967), p: 107

[3] Nikki Keddie, *Secularism and its Discontents*, (*Daedalus* 132 Summer 2003), p: 16

ہوتا ہے۔ مذہبی عقائد کی بنا پر فرد کو قانونی یا معاشرتی پابندیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اور مذہبی لیڈران سیاسی فیصلوں پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ بعض سیکولر ممالک جیسا کہ بھارت میں مذہبی عقائد عملاً سیاسی معاملات میں اپنا واضح اثر رکھتے ہیں جبکہ بعض مغربی ممالک جیسا کہ انگلینڈ میں (جو آئینی اعتبار سے عیسائی مذہبی ریاست ہے) مذہبی عقائد سیاسی معاملات میں داخل انداز نہیں ہوتے۔ ایک سیکولر معاشرہ مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے:

- ایک سیکولر معاشرہ کائنات کی فطرت اور اس میں انسان کے کردار کے حوالہ سے کسی ایک متفقہ نقطہ نظر کا حامل نہیں ہوتا۔
- یہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ تکثیری ہوتا ہے۔
- یہ بردبار ہوتا ہے۔ یہ ذاتی یعنی فرد کی سطح پر فیصلہ کرنے کی آزادی دیتا ہے۔
- ہر معاشرہ کے کچھ مشترکہ مقاصد ہوتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کسی خاص مسئلہ کے حل میں اس معاشرہ کا اس سے نبرد آزما ہونے کا متفقہ طریقہ کار کیا ہوگا یا ایک عمومی دائرہ قانون کیسا ہوگا، ایک سیکولر معاشرہ میں ان کو انتہائی محدود کر دیا جاتا ہے۔
- مسائل کا حل عقلی بنیادوں پر کیا جاتا ہے جس میں حقائق کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ کیونکہ سیکولر معاشرہ کا کوئی مجموعی مقصد نہیں ہوتا۔ یہ اپنے ممبران کو اُن کے مقاصد سے آگاہ ہونے میں معاونت کرتا ہے۔
- اس معاشرہ کی کوئی سرکاری شناخت (Official Image) نہیں ہوتی۔ نہ ہی اس میں کوئی عمومی مثالی قسم کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے جو عالمگیر طور پر لاگو کیا جا سکے۔

کوئی بھی سیکولر معاشرہ درج ذیل مثبت نظریات رکھتا ہے:

- فرد کی عزت نفس کا لحاظ، اور اُن چھوٹے چھوٹے گروہوں کا خیال جن سے وہ وابستہ ہیں۔
- مساوات انسانی
- ہر فرد کی مدد کہ وہ اپنی خصوصی اعلیٰ صلاحیت (Excellence) کو پہچان سکیں۔
- ذات برادری اور طبقاتی تقسیم کا خاتمہ [1]

مارکس ویبر (**1864-1920 CE**) کے عہد سے جدید عمرانیات اکثر اس بحث میں مصروف رہتی ہے کہ سیکولر معاشروں میں طاقت کا سرچشمہ کون ہے۔ اور سیکولرائزیشن کا معاشرتی یا تاریخی عمل کیا ہے۔[2] عمومی تاثر یہ ہے کہ معاشرتی عمل کی بنا پر بعض معاشرے بتدریج سیکولر ہوتے گئے اور انہیں کسی منظم سیکولر تحریک کا مرہون منت نہیں ہونا پڑا۔ اس عمل کو سیکولرائزیشن کہا جاتا ہے۔

---

[1] Munby, D. L. *The Idea of a Secular Society*, (London: Oxford University Press, 1963), p: 14–32

[2] Weber, Max. *The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism*, (London: Rout ledge Classics, 2001), p: 123-125.

سیکولرازم کی تاریخی ابتدا:

سیکولرازم کی عقلی بنیاد یونانی اور رومی فلاسفہ تک لے جاتی ہے۔ یونانی فلسفی اپی قورس[1] (Epicurus) نے فلسفہ محبتِ دانش یعنی Love for wisdom کا مقصد عارضی زندگی میں خوشی، امن، خوف سے نجات، عدم تکلیف اور دوستوں سے بھرپور خود کفیل زندگی کا حصول قرار دیا۔ اپی قورین فلسفہ انسانی زندگی میں دیوتاؤں کی مداخلت کا قائل نہیں۔ اس کے نزدیک خدا، مادہ اور ارواح، جواہر (Atom) سے بنے ہیں۔ خداؤں کی بھی ارواح ہیں جو اپنے اجسام کے اندر مستقل مقید ہیں۔ انسانی ارواح مستقل مقید نہیں اپی قورس کا قول ہے کہ: خوشی سب سے بڑی اچھائی ہے[2]۔

اطالوی بادشاہ مارکس آریلییس[3] (Marcus Aurelius) نے رواقیت پسندی[4] Stoicism کا پرچار کیا۔ روشن خیالی کے عہد (۱۶۲۰-۱۷۸۰) میں ڈینس ڈیڈی روٹ (م-۱۷۸۴)[5] (Denis Dedirot)، والٹیئر (م-۱۷۷۸)[6] (Voltair)، باروچ سپی نوزا (م-۱۶۷۷)[7] (Baruch Spinoza)، ٹامس جیفرسن (م-۱۸۲۶)[8] (Tomis Jafferson) اور ٹامس پائین (م-۱۸۰۹)[9] (Thomas Paine) سیکولرازم کے نمائندے بنے۔ دورِ جدید میں آزاد خیال اور لامذہب، رابرٹ انگرسلم-۱۸۹۹)[10] (Robert

[1] اپی قورس: 341-270 قبل مسیح، قدیم یونانی فلسفہ Epicureanism کا بانی کہلاتا ہے۔ اس کی تین سو تصانیف میں سے محض چند ایک کے بعض حصے دستیاب ہیں۔ اپی قورین فلسفہ زیادہ تر بعد کے شارحین اور پیروکاروں سے ماخوذ ہے۔

[2] https://en.wikipedia.org/wiki/Epicureanism (accessed 29 Nov, 2018)

[3] مارکس آریلییس سلطنت روما کے سنہری دور کا بادشاہ تھا۔ اسے روم کے پانچ عظیم بادشاہوں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے فلسفیانہ اقوال کی وجہ سے آج بھی معروف ہے۔

[4] یہ فلسفہ جبریت کا ہم معنیٰ ہے۔ یونانی فلسفی زینو (Zeno) 495-430 قبل مسیح اس فلسفے کا بانی تھا۔

[5] ڈینس ڈیڈی روٹ فرانسیسی فلسفی تھا۔ جو روشن خیالی کی تحریک کا پرجوش علم بردار تھا۔

[6] والٹیئر فرانسیسی فلسفی تھا۔ جو رومن کیتھولک مذہب کے زبردست ناقد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ انسانی حقوق اور اظہار رائے کا مغربی تصور سب سے پہلے اسی نے پیش کیا۔ روشن خیالی کی تحریک کا حامی تھا۔

[7] باروچ سپی نوزا کا تعلق ہالینڈ سے تھا۔ وہ یہودی گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسے روشن خیالی کی تحریک کے اولین فلاسفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

[8] ٹامس جیفرسن ۱۷۹۷ سے ۱۸۰۱ تک امریکہ کا نائب صدر رہا۔ بعدازاں ۱۸۰۱ سے ۱۸۰۹ تک امریکہ کا صدر رہا۔

[9] ٹامس پائین برطانوی نژاد امریکی فلسفی اور انقلابی مفکر تھا۔ اسے ریاست ہائے متحدہ کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

[10] رابرٹ انگرسل امریکی مقرر اور مصنف تھا جس نے اگناسٹسزم کا پرچار کیا۔ اسے 'The Great Agnostic' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

Ingersoll اور برٹرینڈ رسل (م۔۱۹۷۰) [1] (Bertrand Russel) جیسے لوگ لائی سائٹ (Laicite) [2] کے سرخیل ہیں۔[3] سیکولرازم کے مقاصد اور اسکے حق میں دیئے جانے والے دلائل ایک دوسرے سے وسیع پیمانے پر مختلف ہیں۔لائی سزم (Laicism) کو جدیدیت کی طرف گامزن تحریک کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔یہ روایتی مذہبی اقدار سے ہٹنے کا نام ہے اس طرح کی سیکولرازم میں ریاستی چرچ یا مذہبی حمایت معاشرتی یا فلسفیانہ درجے پر قائم رہتی ہے۔ امریکہ میں بعض کے خیال میں اسٹیٹ سیکولرازم نے مذہب کو بڑی حدتک حکومتی مداخلت سے محفوظ رکھا ہے۔ جبکہ معاشرتی طور پر سیکولرازم کم پھیلا ہے[4]۔ مختلف ممالک میں بعض سیاسی تحریکیں مختلف وجوہات کی بنیاد پر سیکولرازم کی حمایت کرتی ہیں۔

سیکولرازم کی اصطلاح:

سیکولرازم کی اصطلاح سب سے پہلے برطانوی مصنف جارج جیکب ہولیوک George Jacob Holyoake نے 1851 میں استعمال کی[5]۔اگرچہ یہ ایک نئی اصطلاح تھی تاہم یہ آزادی فکر کے جن تصورات پر استوار ہوئی وہ صدیوں پر محیط تاریخ کا حصہ تھے۔ ہولیوک نے سیکولرازم کی اصطلاح اپنے اُن نظریات کو بیان کرنے کے لیے ایجاد کی جو کسی مذہبی عقیدہ کو برطرف کیے یا اُس پر تنقید کیے بغیر، مذہب سے الگ تھلگ ایک معاشرتی نظام کی ترویج کرتے تھے۔وہ بذات خود مادیت پرست (Agnostic) تھا۔ اُس نے یہ دلیل دی کہ سیکولرازم عیسائیت کا مخالف نہیں، یہ اس سے الگ اور اپنا آزادانہ وجود رکھتا ہے۔یہ عیسائیت کے دعووں پر سوال نہیں اٹھاتا۔اُن کی دلیل نہیں مانگتا بلکہ دوسرے معاملات پر آگے بڑھتا ہے۔ سیکولرازم یہ نہیں کہتا کہ ہدایت یا روشنی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کہتا ہے کہ سیکولر سچائی میں روشنی اور ہدایت موجود ہے۔جس کی شرائط اور پابندیاں آزادانہ وجود رکھتی ہیں۔اور ہمیشہ کام کرتی ہیں۔ سیکولر علم صریحاً ایسا علم ہے جو دنیا میں پایا جاتا ہے۔جو اس دنیا کے طرز عمل سے متعلق ہے۔اس دنیا کی فلاح کے لیے کوشاں ہے اور اس قابل ہے کہ دنیاوی تجربات سے پرکھا جاسکے[6]۔

Institute for the Study of Secularism in Society and Culture کے ڈائریکٹر بیری کوسمین (Barry Kosmin) کے مطابق جدید سیکولرازم کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ہارڈ سیکولرازم اور سوفٹ سیکولرازم۔ہارڈ سیکولرسٹ

---

[1] برٹرینڈرسل برطانوی فلسفی، منطقی، ریاضی دان، سیاسی مفکر، مصنف، مضمون نگار اور معاشرتی نقاد تھا۔

[2] "Laicism یا فرانسیسی Laicite حکومتی معاملات میں مذہب کی عدم مداخلت اور مذہبی معاملات میں حکومت کی عدم مداخلت کا نام ہے۔1871ء میں یہ اصطلاح اس وقت سامنے آئی جب فرانس کے ایلیمنٹری سکولوں سے مذہبی اساتذہ اور تعلیم کو الگ کر دیا گیا۔فرانسیسی زبان میں یہ لفظ 1842 سے بولا جانے لگا۔"

[3] Ford, Caroline C., *Divided houses: religion and gender in modern France* (Cornell University Press, 2005), p: 6

[4] Yavuz, Hakan M. and John L. Esposito, *Turkish Islam and the Secular State: The Gulen Movement*, (Syracuse University, 2003) p: 15

[5] Holyoake, G.J., *The Origin and Nature of Secularism*, (London: Watts and Co., 1896), p: 51

[6] *Secularism*, Catholic Encyclopedia, www.Newadvent.org (accessed 23 Dec, 2018)

، فلسفہ و مذہب کو عملی اعتبار سے غیر حقیقی سمجھتا ہے چونکہ عقل و تجربہ کی موجودگی میں اس کے نزدیک ان کی ضرورت نہیں، سوفٹ سیکولرسٹ کے نزدیک حتمی سچائی کا پانا ممکن نہیں اس لیے تشکیک اور رواداری، سائنس اور مذہب کی متصادم و متعارض اقدار سے بحث کرتے ہوئے بنیادی اصول ہونے چاہییں ۔[1]

ریاستی سیکولرازم:

سیاسی اعتبار سے سیکولرازم سیاست و مذہب کی علیحدگی کی تحریک ہے جسے اکثر چرچ اور حکومت کی علیحدگی گردانا جاتا ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ دراصل حکومت اور ریاستی مذہب کے درمیان رشتے کو مضبوط کرتا ہے۔جس کے تحت وحی والہام پر منحصر قوانین (مثلا بائبل یا شریعت کے قوانین) کو شہری قوانین سے بدل دیا جاتا ہے۔اور مذہبی بنیاد پر امتیاز ختم کر دیا جاتا ہے۔اس طریقے سے جمہوریت میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق محفوظ رہتے ہیں[2]۔

جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں ''ہودی تہذیب'' کے پروفیسر جیکس برلنر فلاؤ (Jaques Berlinerflao) اس نقطہ نظر کے حامل ہیں کہ مذہب و ریاست کی علیحدگی سیکولر حکومتوں کی اختیار کردہ ایک قابل عمل حکمت عملی ضرور ہے۔مگر تمام آمرانہ اور جمہوری حکومتیں جس چیز پر توجہ دیتی ہیں وہ مذہب و ریاست کے مابین تعلقات ہیں۔ہر حکومت اپنے معروضی حالات کے اعتبار سے مذہب و مدرسہ سے اپنے تعلقات استوار کرتی ہے۔مثلاً فرانس میں حکومت و ریاست بظاہر الگ ہوتے ہوئے بھی چرچ کے معاملات کی مکمل نگرانی کرتی ہے[3]۔

سیکولرازم کا تعلق عام طور پر یورپ میں روشن خیالی کی تحریک[4] (Enlightenment) سے جوڑا جاتا ہے اور اس نے جدید مغربی معاشرہ کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ عملی طور پر نہ سہی لیکن نظریاتی طور پر امریکہ میں چرچ اور حکومت کی علیحدگی اور فرانس میں برپا ہونے والی لائی سائیٹ (Laicite) سیکولرازم کی ہی مرہون منت ہے۔قرون وسطیٰ میں اسلامی دنیا میں بھی بعض سیکولر ریاستیں قائم ہوئیں[5]۔ سیکولرسٹ مذہب و ریاست کی علیحدگی کا عقیدہ اس بنیاد پر قائم کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک ریاست دان

---

[1] http://www.trincoll.edu/NR/rdonlyres/9614BC42-9E4C-42BF-A7F4-B5EE1009462-/0/Kosmin_paper, (accessed 23 Dec, 2018)

[2] Feldman, Noah, *Divided by God*, Farrar, Straus and Giroux, (2005), p: 14

[3] Berlinerblau, Jacques, *How to be Secular,* (Houghton Mifflin Harcourt), p: 16

[4] روشن خیالی، جسے عہدِ عقل کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، ایک فلسفیانہ تحریک تھی جو بنیادی طور پر یورپ اور بعدازاں، شمالی امریکہ میں، اٹھارویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی۔اس کے شرکاء کا خیال تھا کہ وہ "تاریک "قرون وسطی کے بعد انسانی عقل اور ثقافت کو روشن کر رہے ہیں۔روشن خیالی کی خصوصیات میں تصورات کا عروج شامل ہے نیز عقل انسانی کی بالادستی، آزادی اور سائنسی و روشن خیالی کا فلسفہ مذہبی تشکیک سے عبارت تھا۔

[5] Ira M. Lepidus, *The Separation of State and Religion in the Development of Early Islamic Society, International Journal of Middle East Studies,* 6 (4), p: 363-385.

مذہبی وجوہات کی بجائے سیکولر وجوہات کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں۔یوں بعض ایشوز پر یہ مذہب کے مقابل کھڑے نظر آتے ہیں جیسے اسقاط حمل،مائع حمل ،برانن خلیہ سیل کی تحقیق ،ہم جنس شادیوں اور جنسی تعلیم سے متعلق پالیسی فیصلوں پر امریکی سیکولرسٹ تنظیموں جیساکہ سنٹر فارانکوائری ہے، میں خصوصی توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ سیکولر قوانین جمہوری معاشرے میں اپنی برتری حاصل کرنے کے لیے سیاسی فیصلوں میں اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔یا حکومتی و مذہبی حلقوں کے معاہدوں کے ذریعے (Concordat) خصوصی مراعات اور اثراندازی کا حق حاصل کر لیتے ہیں۔بعض عیسائی اس بنیاد پر سیکولر ریاست کے حامی ہیں۔کہ وہ اسے بائبل سے متصادم نہیں پاتے انجیل لوقا کی یہ عبارت سیکولرازم کی حمایت کرتی نظر آتی ہے:

'اور قیصر کو وہ دے دو جو قیصر کا ہے اور خدا کو وہ دے دو جو خدا کا ہے۔'[1]

تاہم بنیاد پرست مسیحی سیکولرازم کے مخالف ہیں۔وہ اکثر یہ دعوی کرتے ہیں کہ ایک بنیاد پرستانہ سیکولر نظریہ اختیار کیا جارہا ہے۔اور وہ اسے عیسائی حقوق اور قومی سلامتی کے خلاف ایک خطرہ محسوس کرتے ہیں۔[2]

سیکولرازم اور اسلام:

اسلامی دنیا میں سیکولرازم کا تصور روشن خیالی کے دور کے بعد میں یورپ سے درآمد ہونے والے خیالات کے ساتھ آیا۔بالخصوص مشرق وسطی اور شمالی افریقہ میں مسلمان مفکرین میں پہلے پہل سیکولرازم کی بحث ریاست ومذہب کے تعلقات اور یورپ میں ان تعلقات کے نتیجہ میں ہونے والی سائنسی ترقی وایجادات، ٹیکنالوجی اور طرز حکومت کے گرد گھومتی رہی۔[3]

ریاست ومذہب کے مباحثہ میں رہتے ہوئے دنیائے اسلام میں مذہبی اور سیاسی حکام کی الگ الگ حیثیت یا خلیفہ کا درجہ و مقام بڑے مسائل تھے۔[4] John L. Esposito لکھتے ہیں:

> *"The post-pandemic era witnessed the formation of modern Islamic states whose development was greatly influenced by Western secular parameters and models. Saudi Arabia and Turkey are at two polar positions. Most of the Muslim states found a middle way to build their own nations… However, although most Muslim*

---

1 Then to give Caesar what is Caesar's, and to God what is God's.(Matt.22.17)

2 Bob Lewis, *Jerry's Kids' Urged to Challenge 'Radical Secularism*, published on 14 May, 2007 in The Christian Post. (accessed 24 Dec, 2018)

3 Tamimi, Azzam, *The Origins of Arab Secularism, In Islam and Secularism in the Middle East*, edited by Esposito, Jon L. and Tamimi Azzam, (New York, New York University Press. 2000), 13-28, p:17

4 Ardic, Nurullah, *Islam and the Politics of Secularism: The Caliphate and the Middle Eastern Modernization in the Early Twentieth Century*, (New York: Rout ledge, 2012), p: 8

governments have replaced the Islamic laws with the secular laws of Europe yet Muslim family laws regarding marriage, separation and inheritance remained enforced." [1]

مسلم غالب اکثریت کے مطابق اسلام مذہب و ریاست کی علیحدگی کا قائل نہیں اور وہ اپنے اپنے ممالک میں اپنی سیاسی زندگی میں مذہب کے ایک اہم کردار کے لیے کوشاں ہیں۔ اسلام کی حیات نو، جو 1979 کے انقلاب ایران سے شروع ہوئی، اُس نے سیکولر آئزیشن کے نظریے کے وکلاء کو شکست دے دی، مصر الجیریا اور ترکی جیسے انتہائی ماڈرن ممالک میں اسلام کی حیات نَو نے اُن افراد کی توقعات پر پانی پھیر دیا جن کا یقین تھا کہ مذہب کو ایک خاص حد تک محدود کر دینا چاہیے اور اسے لوگوں کی زندگی کا مرکز نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تحاریک دیہاتوں سے نہ چلیں بلکہ شہروں سے پروان چڑھیں اور ان کے لیڈران اور سپوٹران پڑھے لکھے پروفیشنلز تھے۔[2]

تاریخی نقطہ نظر سے، اسکالر اولیور رائے (Oliver Roy) یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سلاطین کی سیاسی قوت اور خلیفہ کی مذہبی قوت کے مابین بنیادی تفریق پہلی صدی ہجری کے آخر تک پیدا ہو چکی تھی اور مسلم دنیا میں جس چیز کی کمی رہی وہ یہ ہے کہ اِس خلا کو پُر کرنے کے لیے سیاسی فکر پیدا نہ ہو سکی۔ شریعت سے ہٹ کر کوئی مثبت قانون نہ بنایا جا سکا، مذہب کا واحد مقصد یہ رہا کہ اسلامی معاشرہ کو اسکے تمام دشمنوں کے مقابل تحفظ دے، شریعت کو ایک ادارہ بنائے اور مصالح و رفاہِ عامہ (Public Good) کو یقینی بنائے۔ ریاست ایک آلہ تھی کہ مسلمانوں کو اس قابل بنائے کہ وہ اچھے مسلمانوں کی طرح زندگی گزاریں اور مسلمانوں کو سلطان کی خواہش پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ کسی حکمران کی قانونی حیثیت اِس بات سے متعین ہوتی تھی کہ وہ سِکہ جاری کرنے کا مجاز تھا اور جمعہ کی نماز میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔[3] سیکولرازم کو اسلام میں مذہبی سند دینے کے لیے سیکولرازم کے وکلا بعض روایات کا سہارا لیتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ایک باب کا عنوان ہے" جو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ السلام مذہبی معاملات میں فرمائیں اُس پر من و عن عمل ضروری ہے لیکن یہ بات دنیاوی معاملات پر لاگو نہیں ہوتی "اس بات کے تحت جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ”ایک بار نبی کریم ﷺ کا ایسے لوگوں سے گزر ہوا جو کھجور کے درختوں کی مصنوعی پولی نیشن (زیرگی) کر رہے تھے۔ کسی وجہ سے آپؐ کو یہ طریقہ پسند نہ آیا اور آپؐ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ پولی نیشن نہ کی جائے تاہم اس سال پیداوار کم ہوئی۔ جب یہ آپؐ کے علم میں آیا تو آپؐ نے فرمایا:

”إِنْ كَانَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ، فَشَأْنُكُمْ بِهِ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَإِلَيَّ“[4]

”اگر کوئی معاملہ تمہارے دنیاوی معاملات سے متعلق ہو تو تم بہتر جانتے ہو لیکن اگر یہ تمہارے مذہب سے متعلق ہو تو یہ

---

1 Tamimi, Azzam, *Islam and Secularism in the Twenty-First Century, in Islam and Secularism in the Middle East*, p. 2

2 ibid, p: 3

3 Roy, Olivier, *The Failure of Political Islam by Olivier Roy, translated by Carol Volk*, (Harvard University Press, 1994), p: 14-15

4 القزوینی، یزید بن ماجہ، **السنن**، (ریاض: دارالسلام، ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۲۴۷۱

میرے متعلقہ ہے"

مولانا وحید الدین خاں اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام نے مذہبی علم کو طبیعاتی علم سے الگ کر دیا۔ مذہبی علم کا ماخذ جسے عمومی طور پر تسلیم کیا گیا وہ آفاقی تھی جو قرآن پاک کی صورت محفوظ ہے جبکہ طبیعاتی معاملات تفتیش کی میں مکمل آزادی دی گئی تاکہ افراد اپنے غور وفکر کی بنا پر نتائج تک آزادانہ پہنچ سکیں۔ مزید یہ کہتے ہیں "اسلام مذہبی معاملات کو اس حدیث کے مطابق سائنسی تحقیق سے الگ کر رہا ہے۔ مذہبی معاملات میں الہامی رہنمائی پر سختی سے عمل پیرا ہونا ضروری ہے لیکن سائنسی تحقیق میں کام کو انسانی تجربات کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہیے۔"[1]

مسلمان معاشروں میں سیکولرازم:

یونیورسٹی آف کیلی فورینا برکلے میں مشرق وسطیٰ اور تاریخ اسلام کے پروفیسر ایمریطس ایرا۔ایم لیپی ڈس (Ira. M, Lepidus) تجزیہ کرتے ہیں۔ کہ تاریخ اسلام کے آغاز میں ہی مذہب و ریاست کی علیحدگی وقوع پذیر ہو چکی تھی۔ پہلے وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں مذہبی و سیاسی قوت کے اٹوٹ بندھن کا ذکر کرتے ہیں جو اُن کی رہبر تھی۔" مسلمانوں میں رائج عام تصور یہی ہے کہ کلاسک اسلامی معاشرہ، معاشرتی زندگی کے مذہبی و سیاسی پہلوؤں میں تفریق نہیں کرتا۔ خلافت بیک وقت مسلمانوں کی سیاسی و مذہبی قیادت تھی۔ جس کے پیروکار اور رعایا ایسے سیاسی نظام کا حصہ تھے جو بیعت کے ذریعے استوار ہوتا تھا۔ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم پیغمبر تھے جو وحی الٰہی سے منشائے الٰہی کو زندگی کے تمام شعبوں میں بیان فرماتے۔ مسلمان ہونا خلیفہ کی اطاعت اور اُمت کی رکنیت پر منحصر تھا۔ اس لحاظ سے مذہبی و سیاسی اقدار اور دفاتر کو جدا کرنا ناممکن تھا[2]۔

لیپی ڈس اس بات کا مدعی ہے کہ سیکولر حکومتیں دسویں صدی عیسوی سے مسلم دنیا میں قائم ہیں وہ یہ دلیل دیتا ہے کہ خلیفہ کی علامتی حیثیت کے ماتحت علماء سیاسی لیڈران اور فوجی قیادت الگ الگ ہو چکے تھے۔ درحقیت مذہبی اور سیاسی زندگی نے تجربات کے الگ الگ شعبے پروان چڑھا لیے تھے جن کی اپنی آزادانہ اقدار، رہنما اور تنظیمیں تھیں۔ دسویں صدی سے عرب مسلم سلطنت کا موثر انتظام جرنیلوں، منتظموں، گورنروں اور مقامی صوبائی آقاوں کے ہاتھ آ گیا تھا اور خلیفہ اپنی موثر سیاسی قوت کھو چکا تھا اس لحاظ سے اسلامی دنیا میں حکومتیں سیکولر تھیں۔ یعنی سلطنتیں، جو نظریاتی اعتبار سے خلیفہ کی توثیق سے اختیار پاتی تھیں۔ لیکن عملاً عوامی نظام کی ضرورت کے تحت درست قرار پاتی تھیں۔ اس کے بعد سے اسلامی ریاستیں مکمل طور پر الگ تھلگ وجود تھے جن کا کوئی اندرونی مشترکہ کردار نہ تھا۔ اگرچہ وہ سرکاری طور پر اسلام کی وفادار تھیں اور اس کی حفاظت کا دم بھرتی تھیں۔[3]

---

[1] http://www.aldunya.net/, (accessed 5 Nov, 2018)

2 Ira M. Lepidus. *The Separation of State and Religion in the Development of Early Islamic Society*, International Journal of Middle East Studies 6 (4) (October 1975), p: 363

[3] Ibid, p:364

یہ استدلال غلط ہے کیونکہ یہ حکمران کی سیاسی گرفت میں کمزوری کا نتیجہ تھا نہ کہ مذہب کو حکومتی امور میں سے نکالا جارہا تھا۔

اِسی دور میں مذہبی طبقات آزادانہ طور پر اِن ریاستوں میں معرض وجود میں آنے لگے، علما نے مقامی معاشرتی اور مذہبی زندگیوں کو بطور جج، منتظم اور اساتذہ متاثر کرنا شروع کیا اور مذہبی اشرافیہ بعض مسلکی تحریکوں کے ساتھ اپنے الحاق کی بنیاد پر سنی، شیعہ اور صوفی طبقات میں منقسم ہو گئی۔ قانون اسلامی یعنی شریعت سے پیدا ہونے والے مختلف معاملات میں مختلف مکاتب فکر کے علماء نے مقامی منتظمین اور معاشرتی اشرافیہ بنالی جن کا اختیار مذہب سے رہنمائی لیتا تھا۔اس طرح اگرچہ مسلم مذاہب (فقہی) مسیحی کلیسیاء کی طرح خلافت یا مذہبی پیشوائیت سے مربوط نہیں ہوئے، اگرچہ ان کے بہت سے مذہبی اور معاشرتی عوامل چرچ سے ملتے جلتے ہیں۔ قریباً بیس برس قبل سر ہملٹن گِل (Hamilton Gill) نے اپنے مضمون "آئینی تنظیم" (Constitutional Organization) میں ثابت کیا کہ مسلمان مفکرین ریاست ومذہب کی علیحدگی سے آگاہ ہو چکے تھے اور انہوں نے ایک خود مختار دائرہ کار میں مذہبی سرگرمیاں اور تنظیم کو تسلیم کر لیا تھا۔ مثلاً ابن تیمیہ یہ کہتے ہیں۔ کہ خلافت کے علاوہ، علماء نے امتِ مسلمہ کی تعمیر کی اور حکمران طبقے مسلمان تھے اندرونی معیار کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ انہوں نے مذہب اسلام اور مذہبی کمیونٹیوں کو مدد دی۔[1]

لیپی ڈس لکھتا ہے کہ اگرچہ ابتدا میں خلافت نے امت کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ تاہم تین عوامل تاریخی کے اعتبار سے مسلم معاشرہ کی سیاسی ومذہبی زندگی الگ تھلگ ہوئی۔

- خلفاء کے خلاف عربوں کی بغاوتیں ہوئیں۔
- خلیفہ کے ہوتے ہوئے مذہبی سرگرمیوں کا علیحدہ سے نمودار ہونا۔
- حنبلی مکتب فکر کا آنا۔

مصری مصنف، طٰہٰ حسین (1889-1973CE) مصری نیشنلزم کے حوالہ سے مذہب وسیاست کی علیحدگی کی وکالت کرتے ہیں۔ ان کا یقین تھا کہ مصر ہمیشہ سے یورپ کا حصہ تھا اور مصر میں انیسویں صدی میں نشاط ثانیہ ہوئی جس کے نتیجہ میں اس نے خود کو دوبارہ یورپی بنالیا۔ اس کے نزدیک جدید دنیا کا سب سے قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس نے مذہب اور تہذیب کے درمیان ایک مجازی علیحدگی پیدا کر دی جن میں سے ہر ایک کا اپنا دائرہ کار ہے۔ اس لیے یہ عین ممکن ہے کہ تہذیب کی بنیاد یورپ سے اُس کا مذہب یعنی عیسائیت لیے بغیر اخذ کر لی جائے اس نے یہ بھی کہا کہ عیسائیوں کی نسبت، مسلمانوں کے لیے یہ آسان ہے کیونکہ اسلام میں پاپائیت نہیں اور اس وجہ سے مذہب کے معاشرہ پر اختیار کے حوالہ سے کسی کے ذاتی مفادات نہیں۔[2]

نوآبادیاتی نظام میں سیکولرازم اسلامی دنیا میں پھیلا۔ اِس کی وجہ یورپی استعماری ممالک کا مسلمان ممالک کو زیرِ نگیں کرنا تھا۔ جیسا کہ john. L Esposito لکھتا ہے:

---

[1] Ira M. Lepidus. *The Separation of State and Religion* , p:365

[2] Hourani, Albert, *Arabic Thought in the Liberal Age 1798-1939,* (Cambridge: Cambridge University Press, 1983), p: 330-332

'جدید سیکولرازم کو یورپی نوآبادیت کی وراثت کے طور پر دیکھا گیا۔جس کو مغربی استشراقی اشرافیہ نے قائم کیا۔جنھوں نے مغربیت اور سیکولریت کے دوہرے عمل کو نافذ کیا اور رائج کیا'[1]۔

نوآبادیاتی قوتوں نے زیادہ تر علاقوں میں مقامی سیاسی، معاشرتی، معاشی، قانونی اور تعلیمی اداروں کو تبدیل کر دیا۔مثلاً زیادہ تر سابقہ نوآبادیاتی مشرق وسطیٰ کے ممالک میں ،تدریس یا مدرسہ کے نظام کو مغربی انداز تعلیم سے بدل دیا گیا۔فرانس کی نوآبادیاتی حکومت نے مغرب کے محافظوں کے ہاتھوں تعلیمی نظام کو سیکولر نظام سے بدلا جو ان کے اپنے ملک کے مشابہ تھا[2]۔

نوآبادیاتی نظام کے قابضین کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کا سیکولر نظام موجودہ روایات سے زیادہ جدید، موثر اور ترقی پسند تھا۔ قدرتی طور پر تبدیلیوں کے دور رس معاشرتی اثرات ہوئے اور انہوں نے عرب سیکولرازم کی بنیاد رکھی جو اسلام کو حکومتی معاملات تعلیم اور قانون سے الگ کرنے پر زور دیتا ہے۔اس کے نتیجے میں سرکاری، سیاسی اور معاشرتی دائرہ کار میں مذہب کے تناظر میں معاملات کا جانچنا کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ ایک نئی طرزِ ادراک نے لے لی جو جدید دنیاوی، نظریاتی،اخلاقی انقلابی اور سیاسی تھا۔اِس نے بعض حکومتوں کو چیلنج کیا جن کے پاس اس کے آگے سر جھکانے کے سِوا کوئی چارہ نہ تھا۔اس تجربہ سے سیکولرازم نے اپنی غیر ملکی شناخت بھی بنائی[3]۔

۱۹۱۸ء میں کمیونزم کے اثرات ظاہر ہوئے۔ سوویت یونین نے مسلمانوں کے معاملات کے لیے کمسریت (تھانہ ،محکمہ رسد، Commissariat) قائم کیا جس نے مڈل ایسٹ میں نوآبادیاتی قوتوں کی اور اُن کے مینڈیٹ کی بھرپور مخالفت کی۔ ۱۹۲۰ء ابتدائی کیمونسٹ جماعتوں کے قیام نے نوآبادیاتی نظام مخالف کوششوں میں اپنا اہم حصہ ڈالنا شروع کر دیا۔اور مزدوروں کے حقوق کے حوالہ سے کیمونزم کی حمایت کی۔دوسری جنگ عظیم نے انہوں نے فاشزم کے خلاف جنگ کی مخالفت کی اور بین الاقوامی امن تحریک میں حصہ لیا[4]۔کیمونسٹ جماعتوں کی تحریک کا اہم ترین پہلو یہ تھا کہ مختلف ممالک میں ہوتے ہوئے انہوں نے جبر کے خلاف بھرپور اور مربوط مہم چلائی۔ عرب نیشنلزم کی تحریک کا اہم محرک کیمونزم بن گیا اور مصر میں بالخصوص جمال عبد الناصر کے عہد میں نیشنلسٹ اور کیمونسٹ ایک صف میں کھڑے ہوئے اور اگرچہ کیمونزم عرب نیشنلزم کا ایک نمایاں مددگار تھا وہ بین الاقوامی تعلیمات جنھوں نے اسے ایک طاقتور قوت میں تبدیل کیا تھا۔اپوزیشن جماعتوں نے کسی حد تک جنگ میں تیسری قوتوں بھی استعمال کیا[5]۔

اِسلامی معاشروں میں سیکولرازم کے ارتقا کا تنقیدی جائزہ:

اسلام کو عرصہ دراز سے اینٹی سیکولر روایت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔بعض قابل قدر سکالرز کے نزدیک اسلام کو پیش آمدہ

---

[1] John, L. Esposito, *The Islamic Threat: Myth or Reality*, p: 13

[2] Ibid.

[3] Aziz Al-Azmeh, *Islams and Modernities*, p: 48

[4] Nicola Pratt, *Democracy and Authoritarianism in the Arab World*, p: 163

[5] http://www.answers.com/topic/communism-in-the-middle-east, (accessed 29 Dec, 2018)

اولین تجربات اور اس کے جدیدیت کے مقابل عمل نے سیکولرازم کو پھلنے پھولنے نہ دیا ایک معروف ترین میں دلیل میں برنارڈ لیوس نے لکھا ہے کہ "مسلمانوں کے ہاں اندرونی طور پر سیکولرازم کی کوئی تحریک نمودار نہیں ہوئی اور بیرونی طور پر کسی ایسی کوشش کا سختی سے سد باب کیا گیا۔ اس کی بنیادی وجہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین تاریخ اور تجربات کے اختلافی فرق سے واضح ہوتی ہے۔ ابتدا سے ہی عیسائیوں کو خدا اور سیزر (قیصر) میں فرق کرنا سکھایا گیا اور ہر ایک کی خوشنودی کے لیے الگ الگ فرائض کی بجا آوری ضروری تھی۔ مسلمانوں کو ایسی کوئی ہدایات نہیں دی گئیں [1]۔

اس تناظر میں اسلامی سیاست کے حوالہ سے ارنسٹ جیلنر (Ersesrt Gellner) کا یہ کہنا ہے کہ اعلیٰ ثقافت کی حامل مذہبی قیادت عموماً شہروں میں رہی جس نے سخت مزاجی کا تاثر پیش کیا جبکہ ادنی ثقافت کے لوگوں نے دیہاتوں میں لوک اسلام کی پیروی کی۔ جیلیز کہتا ہے کہ موجودہ سیاسی مرکزیت کے دور میں وہی کٹر اسلام جو شہری علماء کا پیش کردہ ہے زیادہ موزوں ہے چونکہ تعلیم و شہریت بڑھ چکی ہے۔ اسلامی بنیاد پرستی اس لحاظ سے در حقیقت اس روایت کے احیا کا مطالبہ ہے اور اس کو ملنے والی لوگوں کی بے انتہا مدد نئی شہری عوام کی اُسی اعلیٰ ثقافت کی خواہش سے جنم لیتی ہے۔ مسلمانوں کی سیاست کا یہ پھیلاؤ جیلز کے نزدیک جدیدیت کی سیاست کی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ ہے جبکہ یہ انداز سابقہ تسلیم شدہ معاشرتی مفروضوں کے خلاف ہے کہ جن کے مطابق سیکولرازم جدیدیت کی ضرورت ہے اس لحاظ سے جدیدیت کے ساتھ اسلام کا تعلق نادر و نایاب ہے کہ یہاں جدیدیت معاشرہ پر مذہب کے اثر کو مضبوط کرتی ہے۔ اور اسی سے یہ بات پتا چلتی ہے کہ سیکولرازم مسلم معاشروں میں کیوں پنپ نہ سکا [2]۔

بیسویں صدی میں مسلم سیاسی مصلحین کی تحاریر سے بھی اس تصور کو تقویت ملتی ہے جنھوں نے دین و حکومت کے مابین کسی بھی قسم کے فرق کا یکسر انکار کیا جس کی بنیاد پر اسلامی دنیا کا سیاسی قانون استوار ہوا۔ مزید برآں بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں حکومت مخالف مذہبی تحاریک کی کامیابیوں نے، جو سیکولرازم کی شدید ترین مخالف تھیں مسلمانوں کے حوالہ سے اس استثنائی وضاحت کو تقویت بخشی۔ ایران، افغانستان اور ترکی میں اٹھنے والی مذہبی تحاریک اور ان کی عوامی پذیرائی اس کی واضح مثال ہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ ترکی، عربی اور فارسی زبانوں میں سیکولرازم کا ہم معنی کوئی لفظ موجود نہیں عربی زبان میں ایک قریب المعنی کے طور پر عِلمانیہ (علم سے ماخوذ) یا عَلمانیہ (دنیاوی) کی اصطلاح مروّج ہے۔ فارسی میں انگریزی لفظ سیکولرازم کو ہی اختیار کیا جاتا ہے اور ترکی میں مستعمل لفظ "لائی لک" ہے جو فرانسیسی لائی سائیٹ سے ماخوذ ہے [3]۔ مسلمان اکثریت کی ان بڑی زبانوں میں سیکولرازم کے ہم معنی لفظ کا نہ ہونا اسلام کے جبر کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلئے ہے کہ مسلمانوں کو اس موضوع پر سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ اینگلو امریکن روایت میں سیاسی سیکولرازم کے آغاز کا تجزیہ اس ضمن میں بہت زیادہ مددگار ہوتا ہے۔

---

[1] Bernard Lewis, *What Went Wrong: The Clash between Islam and Modernity in the Middle East* (New York: Perennial, 2003), p: 103

[2] Ernest Gellner, *Postmodernism, Reason and Religion* (New York: Rout ledge, 1992), p: 5-22

[3] Ibid.

Mark Lilla نے لکھا ہے کہ:

"تاریخی اعتبار سے تقریباً ہر تہذیب نے قانونی سیاسی اقتدار کو خدا، انسان اور دنیا کے آفاقی گٹھ جوڑ تناظر میں دیکھا۔ سیاسی مذہبیت اس کے خیال میں تہذیبوں کی اولین شرط ہے چونکہ وہ مذہب و سیاست اور اپنے اطراف کی قدرتی دنیا کے درمیان ایک تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں"[1]

یہاں یہ سوال متعلقہ ہے کہ لاطینی عیسائیت میں یہ آفاقی تعلق (خدا، انسان اور معاشرہ کا) کیونکر بتدریج روبہ زوال رہا اور بالآخر اس نے سیاسی سیکولرازم کی راہ ہموار کی اور اس میں ہم عصر مسلمانوں کے لیے کیا سبق ہے۔ مغرب میں سیکولرازم کی تاریخ طویل اور مختلف النوع ہے عموماً فکری مباحثوں میں بھی اس سے عموماً غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے خصوصاً جب اس کا اسلام سے موازنہ کیا جاتا ہے۔ Charles Taylor کی کتاب A Secular Age[2] اس تناظر میں ایک عمدہ آغاز ہو سکتی ہے ماضی میں چار سماجی رجحانات کا جاننا ضروری ہے جنھوں نے یورپ پر سیکولرازم کے اثرات ڈالے۔

- جدید سرمایہ داریت کا عروج۔
- جدید قوم پرست ریاستوں اور قوم پرستی کا عروج۔
- سائنسی انقلاب۔
- پروٹسٹنٹ تحریک اصلاح کلیسا اور مذہب کے نام پر سولہویں اور سترھویں صدی کی جنگیں۔

یہ سب سے بعد میں ہونے والی اہم تبدیلی سیاسی سیکولرازم کا مرکزی نقطہ ہے بالخصوص اینگلو امریکن روایت میں اور جو خاص طور پر اسلامی معاشروں میں مذہب و ریاست کے تعلقات کے سوال کو روشن کرتے ہیں۔ تحریک اصلاح کلیسا کے بعد کے دور میں مذہبی رواداری کے حوالے سے نئی نئی بحثیں چلتی ہیں[3]۔

مسلمانوں کی رواداری اور اس کے اثرات

مورخین مجموعی طور پر اس بات سے متفق ہیں کہ کثیر المذاہب علاقوں میں اسلامی معاشروں کا رویہ عیسائیوں کے مقابلہ میں خاصا بردباری والا تھا جس کا اعتراف مسیحی مصنفین برملا کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بیسویں صدی کے وسط تک بغداد کی ایک تہائی آبادی یہودی تھی۔ اگرچہ اسلامی معاشرے مذہبی رواداریت کا گڑھ نہ تھے جیسا کہ ہم اس اصطلاح کو آج دیکھتے ہیں۔ یا یہ کہ اقلیتیں اور مخالفین کو کبھی بھی جبر کا سامنانہ کرنا پڑا تاہم یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کو کبھی بھی اُس طرح سے مذہب کی بنیاد پر جنگوں یا مذہبی رواداری کی ضرورت کے مباحثوں یا سیاسی احکام کی ضرورت جیسے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا جو کہ دور جدید کی ابتدا تک یورپی

[1] Mark Lilla, *The Stillborn God: Religion, Politics and Modern West,* (New York: Knopf Doubleday Publishing Group, 2008), p: 231

[2] Charles Taylor, *A Secular Age,* (Edinburgh: Harvard University Press, 2007)

[3] Perez Zagorin, *How the Idea of Toleration Came to the West*, (Princeton, NJ: Princeton University Press, 2003), p: 121

سیاسی تاریخ کا مرکزی قضیہ اور موضوعِ گفتگو تھے۔ تقابلی طور پر یہ چیز سامنے آتی ہے کہ مسلم فِرق کے باہمی تعلقات اور مذہبی اقلیتوں سے سلوک اسلامی دنیا میں پچھلی دس صدیوں میں یورپ سے کہیں زیادہ بہتر تھا۔[1]

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سیاسی طور پر مسلم معاشروں میں رواداری کی وجہ سے ایسا کوئی سلگتا ہوا سیاسی تنازعہ سامنے نہ آیا جس کی بنیاد پر ریاست اور معاشرہ، جس پر مذہب کی چھاپ غالب تھی، میں کوئی اختلاف پیدا ہو جب کہ مسیحی یورپ میں یہ معمول کے جھگڑے تھے۔ اسی وجہ سے مشرق وسطیٰ میں کوئی ایسی آواز نہیں ابھری جسے سترھویں صدی میں سیکولرازم کی حمایت میں یورپ میں اٹھنے والی آوازوں کی بازگشت کہا جاسکے۔ مسلمان ریاستوں کو الگ قسم کے مسائل در پیش تھے۔ ریاستی حکمرانوں کی اقرباپروری، قدرتی آفات اور سب سے اہم طور پر بیرونی مداخلات اور قبضے جیسا کہ صلیبی جنگیں (گیارھویں سے تیرھویں صدی تک) منگولوں کے حملے (جن کی وجہ سے 1258 سقوطِ بغداد ہوا) بعد ازیں روس فرانس، برطانیہ اور آخر میں امریکہ کا بڑھتا ہوا اثر ورسوخ، نوآبادیت اور سامراجیت، جن کے اثرات مختلف اسلامی ممالک میں علاقے، دور اور جغرافیائی اعتبار سے مختلف تھے۔ مسلم معاشروں کو سیکولرازم کے حوالہ سے سوچنے کی کبھی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اس کے برعکس یورپ نے یہ کام کیا جو اُس کی سیاسی استحکام کے لیے ضرورت تھا۔

مزید برآں اسلامی دنیا میں مذہب وریاست کے تعلقات یورپ سے زیادہ مستحکم اور دوستی پر مبنی تھے۔ پچھلی دس صدیوں میں مسلم دنیا میں اکثر اوقات مذہب استحکام اور امکانیت کی وجہ بنا جبکہ یورپ میں یہ پوسٹ ریفارمیشن کے دوران اندرونی خلفشار کی وجہ تھا۔ اسلامی دنیا میں مذہبی علماء خلیفہ کی حکومت کی توثیق کے بدلے میں اُسے اپنی ذاتی خواہشات کو مذہبی احکامات کے تابع رکھنے پر کامیاب رہے۔ مختصراً یہ کہ حکمران کبھی بھی قانون سے بالاتر نہ تھے۔ (جیسا کہ بعد میں یہ بیسویں صدی کے دوران ہوگئے۔) اس طرح ان کی مطلق العنانیت رائج نہ ہوسکی۔ فلڈ مین کے نزدیک اسلامی ممالک جہاں اسلام پسندوں کی حکومت نہیں ہے، رائے عامہ مذہب کے سیاست میں زیادہ عمل دخل کی حامی نظر آتی ہے۔[2]

پاکستان میں سیکولرازم کی بحث:

ہمارے ہاں اسلام اور سیکولرزم کی بحث ۱۸۵۷ سے پہلے کی ہے اور اس جنگ کے بعد اس بحث کا فیصلہ مذہبی طبقے کے خلاف اور جدید طبقے کے حق میں ہو گیا۔ اب تک تاریخ سیکولر یا نیم سیکولر طبقے کی ہمنوا ہے، اور مذہبی طبقہ صرف رد عمل میں ہے۔ ریاستی پالیسیوں کے تحت جدید تعلیم، نئی ثقافت اور خاص طور پر جدید معاشی رشتوں اور سیاسی واقعات کی وجہ سے زمین مذہبی طبقے کے پیروں تلے سے مسلسل نکل رہی ہے۔ ریاستی چھتری تلے بیرونی درآمد پالیسیوں کی بدولت مذہبی طبقے کے مؤقف اور کوشش کے علی الرغم پاکستانی معاشرہ کے سیکولر بننے کے عمل کا تقریباً آغاز کیا جا چکا ہے، اور مذہبی طبقہ اس عمل میں اب شکست اور پسپائی سے دوچار ہے۔

---

[1] Marshall Hodgson, *The Venture of Islam,* (Chicago: University of Chicago Press, 1974) p: 63

[2] Noah Feldman, *The Fall and Rise of the Islamic State*, (New Jersey: Princeton University Press, 2008) p: 20-21

اس عمل کے محرک تمام سیاسی، معاشی اور ثقافتی موثرات اشرافیہ سے تعلق رکھنے والے سیکولر طبقے کے پاس ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی اور نئی معاشی قوتوں کی وجہ سے بھی اس عمل میں بہت تیزی آ گئی ہے اور مذہبی طبقے اور مذہب سے لگاؤ رکھنے والوں کو مسلسل کمزور کیا جا رہا ہے۔

پاکستان میں سیکولر طبقے کا نعرہ ترقی اور مذہبی طبقے کا نعرہ دفاع ہے۔ سیکولر طبقے کی ترقی کا مطلب صرف ان کی اپنی ترقی ہے۔ اس ترقی اور دفاع میں دونوں طبقات کو ریاست کی مرکزی اہمیت کا اندازہ ہے۔ علم اور بحث کے سارے قلابے اس لیے ملائے جاتے ہیں کہ ریاست کے طاقتی اور معاشی وسائل تک رسائی حاصل ہو جائے۔ ان دونوں کی باہمی آویزش سے اب تک جتنی "ترقی" ہوئی ہے، اور اسلام کا جس قدر دفاع ہوا ہے وہ تو اب نوشتۂ دیوار ہے، اس کے لیے کسی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ سیکولر طبقہ اہل مذہب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ خیال کرتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد اس بحث کی نوعیت مختلف حالات میں مختلف رہی ہے۔ یہ کسی پالیسی، بیان یا واقعے کے نتیجے میں اچانک دھواں دھار ہو جاتی ہے، اور کچھ عرصے کے بعد بے نتیجہ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں ہر بار طرفین کی باہمی مخاصمت میں کسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے، موقف اور پوزیشنیں سخت ہو جاتی ہیں، اور آئندہ بحث کی نتیجہ خیزی بھی موہوم ہو جاتی ہے۔ اس بحث کو مفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے خود اس بحث کی نوعیت اور خدوخال، اس کے تاریخی اور علمی تناظر، طرفین کی شناخت اور ان کے موقف اور طرز استدلال کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اس بات کا ادراک ضروری ہے کہ درست راستے کی نشاندہی صرف علم ہی سے ممکن ہو سکتی ہے، اور اقدار اس راستے کو طے کرنے کے وسائل اور منزل کے عزم کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ ہم اپنی دینی اقدار کی وجہ سے مسلمان ہیں، لیکن اقدار پر کاربند ہونا ازخود کسی علمی موقف کا اظہار نہیں ہوتا، کیونکہ اقدار کو بنیاد میں رکھتے ہوئے علمی موقف کی عصری تشکیل ضروری ہوتی ہے۔ تاریخی صورت حال علم کا موضوع ہے اور اقدار کا مخاطب انسان ہے۔ روایتی طور پر اجتماعی معاملات ہمارے ہاں اقدار کا موضوع رہے ہیں لیکن جدید دنیا میں وہ علم کا موضوع ہیں۔ مثلاً سیاسی طاقت سے کیا مراد ہے؟ سیاسی طاقت کی جدید تشکیل کا منہج کیا ہے؟ ریاست کی نوعیت کیا ہے؟ قانون اور قانون سازی کے منابع اور طریقۂ کار کیا ہے؟ کلچر کیا ہے؟ خود علم اور اقدار سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟ اگر اقدار کو علم کی کمک حاصل نہ رہے تو ان کی حیثیت اس کی آدمی کی طرح ہو جاتی ہے جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہو۔

ہم نے دیانت داری سے عصری صورت حال کو سمجھنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ یہ کام صرف ذہن کی جدلیات میں رہ کر ہی ممکن تھا۔ مثلاً کوئی اگر پوچھ لے کہ دین کا سیاسی نظام کیا ہے؟ تو جواب ہوگا کہ خلافت۔ لیکن عصر حاضر میں انسانی اجتماع کو منظم کرنے کے لیے اس کی علمی تفصیل اور فکری جہات کو اجاگر کرنا پڑے گا۔ مثلاً ہم جدید ریاست کی فکری و اخلاقی تفصیلات طے کیے بغیر اسے اسلامی کہنا چاہتے ہیں۔ جدید سرمایہ داری نظام کو بھی اسی بنیاد پر اسلامی کہنا چاہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس رویے کا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اہل علم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ پاکستان میں مذہب کے وکلا میں جدید ریاست یا جدید دنیا کے موثرات وغیرہ کا کم ادراک پایا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سیکولرازم کے تصور پر بالخصوص سیاسی سیکولرازم پر، کا صحیح ادراک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے جو کہ کئی ایک ہیں۔ سیکولرازم کے حوالہ سے پیدا شدہ طلاطم پر بحث کرنے سے قبل خود مذہبی طبقہ کو مارکس، ڈرخائیم اور ویبر کی صنعتی معاشروں کے حوالہ سے پیش کردہ سیکولرازم کے بارے معروضات کا جاننا ضروری ہے اس سے سیکولرازم کے مغربی تجربہ کی صحیح تصویر سامنے آئے گی مزید یہ کہ اس کی ضمنیات کو صحیح طور پر پرکھا جاسکے گا۔

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.